# مرزا اسداللہ خاں غالب

(1869 — 1797)

مرزا غالبؔ کے دادا مُغل بادشاہی کے آخری زمانے میں ایران سے ہندوستان آئے۔ اُن کے خاندان کو اس مُلک میں مناسب مرتبہ ملا۔ غالبؔ آگرے میں پیدا ہوئے۔ دادا، باپ اور پھر چچا کی موت کی وجہ سے غالبؔ بچپن ہی میں بڑی حد تک تنہا رہ گئے۔ ان کے نانا نے ان کی پرورش کی لیکن ان کی تعلیم مکمل نہ ہوسکی۔ تیرہ سال کی عمر میں غالبؔ کی شادی دلّی کے ایک معزّز نوابی خاندان میں ہوگئی۔ شادی کے کچھ عرصے بعد غالبؔ آگرے سے دلّی آگئے اور آخری دَم تک یہیں رہے۔ غالبؔ کے آخری دن لمبی بیماری کی وجہ سے تکلیف میں گزرے لیکن ان کے مزاج کی شوخی اور ذہن کی تازگی آخری وقت تک برقرار رہی۔

غالبؔ کو عام طور پر اردو کا سب سے بڑا شاعر کہا جاتا ہے۔ فارسی شاعری میں بھی غالبؔ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ زندگی کے ایک بڑے حصّے میں غالبؔ نے اردو میں بہت کم کہا۔ پھر لڑکپن اور جوانی کا بہت سا اردو کلام انھوں نے اپنے دیوان میں شامل بھی نہیں کیا۔ اس طرح ان کا اردو کلام ان کے فارسی کلام سے بہت کم ہے لیکن آج دنیا جس غالبؔ



کو اُردو کا سب سے بڑا شاعر مانتی ہے وہ اسی چھوٹے سے دیوان میں جلوہ گر ہے۔

غالبؔ کی شاعری کے بارے میں دو باتیں بہت مشہور ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ فلسفی شاعر تھے اور دوسری یہ کہ ان کا کلام بہت مشکل ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ لڑکپن اور جوانی میں ان کی شاعری اور بھی مشکل تھی اور آہستہ آہستہ غالبؔ نے اپنے انداز کو اس قدر بدلا کہ وہ میرؔ کی طرح کے شعر کہنے لگے۔

ان سب باتوں میں تھوڑی بہت سچّائی ہے مگر ان کو پوری طرح سچ سمجھ لینے سے غالبؔ کے بارے میں بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہوسکتی ہیں۔ غالبؔ اس معنی میں فلسفیانہ شاعر ضرور ہیں کہ ان کے کلام میں زندگی اور کائنات کی بہت سی نازک اور باریک باتوں کی طرف اشارے ملتے ہیں۔ یہ بھی صحیح ہے کہ غالبؔ کے یہاں فکر کا پہلو زیادہ نمایاں ہے اور جذبات کا کم، لیکن غالبؔ کی شاعری منظوم فلسفہ نہیں ہے۔ یہ شاعری ایک حسّاس اور سوچنے والے ذہن کے مختلف تجربات کا اظہار کرتی ہے اور اس طرح ہمیں نئی نئی دُنیاؤں کی سیر کراتی ہے۔ زندگی کا کوئی مرحلہ ایسا نہ ہوگا جس پر ہم غالبؔ کے کسی نہ کسی شعر کے ذریعے اظہارِ رائے نہ کرسکیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے یہاں جتنے شعر ضربُ المثَل ہوگئے ہیں ان میں سب سے زیادہ شعر غالبؔ کے ہیں۔

یہ بات بھی صحیح ہے کہ غالبؔ کا کلام خاصا مشکل ہے اور ان کا شروع شروع کا کلام زیادہ ہی مشکل ہے لیکن ان کا جو کلام ان کے مروّج دیوان میں شامل ہے اس کا بھی ایک بڑا حصّہ غالبؔ کی جوانی بلکہ نوجوانی کی

یادگار ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ غالبؔ شروع سے ہی بہت مشکل شعر اور اس سے کم مشکل شعر اور بہ ظاہر آسان شعر کہہ سکتے اور کہتے تھے۔ غالبؔ کا کلام دراصل اس لیے مشکل لگتا ہے کہ ان کے یہاں معنی کی کثرت ہے۔ ان کے اکثر اشعار مختلف لوگوں کے لیے مختلف معنی کے حامل ہوتے ہیں۔ ہر ایک یہ دعوٰی کرتا ہے کہ صحیح معنی اسی نے سمجھے ہیں۔ سچّی بات یہ ہے کہ معنی کی کثرت کی بنا پر غالبؔ کے شعر کے کسی ایک معنی کو صحیح ترین کا درجہ دینا آسان نہیں۔

اگرچہ غالبؔ نے اردو شاعری میں ایک ایسے طرز کی بنیاد ڈالی جو اپنے زمانے میں نیا تھا اور آج بھی نیا معلوم ہوتا ہے، لیکن زبان کو برتنے کے طریقے انھوں نے بڑی حد تک میرؔ سے سیکھے۔



(1)

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا
ترے وعدے پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا
کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیرِ نیم کش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا
کہوں کس سے میں کہ کیا ہے شبِ غم بُری بلا ہے
مجھے کیا بُرا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا

(2)

عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا
درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا
تجھ سے قسمت میں مری صورتِ قُفلِ ابجد
تھا لکھا بات کے بنتے ہی جُدا ہو جانا
ضُعف سے گریہ مُبدّل بہ دَمِ سرد ہوا
باور آیا ہمیں پانی کا ہَوا ہو جانا
دل سے مِٹنا تری انگشتِ حِنائی کا خیال
ہو گیا گوشت سے ناخُن کا جُدا ہو جانا

③

حُسن غمزے کی کشاکش سے چُھٹا میرے بعد
بارے آرام سے ہیں اہلِ جفا میرے بعد

شمع بُجھتی ہے تو اُس میں سے دھواں اٹھتا ہے
شعلۂ عشق سیہ پوش ہوا میرے بعد

خوں ہے دل خاک میں احوالِ بُتاں پر یعنی
اُن کے ناخن ہوئے محتاجِ حنا میرے بعد

کون ہوتا ہے حریفِ مۓ مرد افگنِ عشق
ہے مکرّر لبِ ساقی میں صلا میرے بعد

آئے ہے بے کسیِ عشق پہ رونا غالبؔ
کس کے گھر جائے گا سیلابِ بلا میرے بعد

④

دلِ ناداں تجھے ہُوا کیا ہے؟ — آخر اس درد کی دوا کیا ہے؟
ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار — یا الٰہی! یہ ماجرا کیا ہے؟
میں بھی مُنھ میں زبان رکھتا ہوں — کاش پوچھو کہ مُدّعا کیا ہے؟
جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود — پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے؟
یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں؟ — غمزۂ و عشوۂ و ادا کیا ہے؟
شکنِ زلفِ عنبریں کیوں ہے؟ — نگہِ چشمِ سُرمہ سا کیا ہے؟
سبزۂ و گُل کہاں سے آئے ہیں؟ — ابر کیا چیز ہے؟ ہُوا کیا ہے؟
جان تم پر نثار کرتا ہوں — میں نہیں جانتا دُعا کیا ہے؟
میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالبؔ — مفت ہاتھ آئے تو بُرا کیا ہے؟



⑤

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دَم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

نکلنا خُلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن
بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

ہوئی جن سے توقّع خستگی کی داد پانے کی
وہ ہم سے بھی زیادہ خستۂ تیغِ ستم نکلے

محبّت میں نہیں ہے فرق مرنے اور جینے کا
اسی کو دیکھ کر جیتے ہیں جس کافر پہ دَم نکلے

کہاں مے خانہ کا دروازہ غالبؔ اور کہاں واعظ
پر اتنا جانتے ہیں کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

## معنی اور اشارے

عشرت = خوشی، عیش و نشاط، آرام

قفلِ ابجد = پرانے زمانے میں ایسے تالے بنائے جاتے تھے جن کے اوپر حرف لکھے ہوتے تھے۔ تالا کھولنے کے لیے کوئی لفظ مقرر کر لیا جاتا تھا اور تالے کو اس طرح مناتے تھے کہ جب تک اس کے اوپر بنے ہوئے

حرفوں کو اس طرح ترتیب نہ دیا جائے کہ وہ مقرّرہ لفظ بن جائے، تب تک تالا نہ کھلتا تھا۔ اس طرح کے تالے کو "قُفلِ ابجد" اس لیے کہتے ہیں کہ عربی زبان کے حروف کی ایک ترتیب ایسی ہے جس کے پہلے چار حرف الف، ب، ج اور 'د' ہیں، ان کو ملا کر ابجد بنتا ہے۔ ہمارے زمانے میں ایسے تالے گنتیوں کے اعتبار سے بنائے جاتے ہیں۔ ان کو Combination Lock کہا جاتا ہے۔

ضُعف = کمزوری، ناطاقتی

گریہ = آنسو

مُبدّل = بدلا ہوا

دمِ سرد = ٹھنڈی سانس

باور آنا = یقین آنا

انگشتِ حنائی = مہندی لگی اُنگلی

غمزہ = شوخی، آنکھ کا شوخی بھرا اشارہ۔ عام بول چال میں اس کے معنی "نخرہ" بھی ہوتا ہے۔

بارے = آخر کار، الغرض

سیہ پوش = سیاہ لباس یا ماتمی لباس پہنے ہوئے

حریف، = مقابل، دوست

مکرّر = دوبارہ، پھر



صَلا = پکار

مُدّعا = مقصد، منشا

عشوہ = معشوقانہ برتاؤ۔

خُلد = جنّت

خستگی = شکستہ حالی

## غور کرنے کی بات

غزل نمبر ایک، شعر نمبر چار: اس شعر میں اس بات کو براہِ راست ظاہر نہیں کیا ہے کہ شبِ غم دل پر اتنی مشکل گزرتی ہے کہ لگتا ہے بار بار مرنا پڑ رہا ہے۔ اس طرح کے اندازِ بیان کو "کنایہ" کہتے ہیں۔ کنایے سے مراد یہ ہے کہ کوئی بات کھل کر نہ کہی جائے لیکن کوئی ایسی بات کہہ دی جائے جس کے ذریعے اصل مطلب کی طرف ذہن فوراً پہنچ جائے۔ جو زبان کہ ہم روزانہ استعمال کرتے ہیں اس میں بھی کنایہ کارفرما ہوتا ہے۔ مثلاً ہم نے کہا: "سورج نکلا" یہ اس بات کا کنایہ ہے کہ صبح ہوگئی۔

غزل نمبر دو، شعر نمبر دو: "بات بننا" کے معنی ہیں مقصد حاصل ہونا یا کسی چیز کا خوش اسلوبی سے طے ہو جانا۔ قُفلِ ابجد کی جو تشریح ہم نے بیان کی اس کی روشنی میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ یہ محاورہ یہاں کتنی خوبی سے استعمال ہوا ہے۔

غزل نمبر دو، شعر نمبر چار: مہندی لگی انگلیوں کے اعتبار سے گوشت کا ناخن سے الگ ہو جانا بہت مناسب ہے۔

غزل نمبر تین، شعر نمبر چار: جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں کہ "حریف" کے دو معنی

ہیں۔ دونوں اس شعر میں مناسب ہیں۔

غزل نمبر چار : شعر نمبر آٹھ : جب کسی بڑے کام سے معذوری اور کسی چھوٹے کام کو کر سکنے کی صلاحیت کا اظہار کرتے ہیں تو اکثر یوں کہتے ہیں کہ مثلاً میں نہیں جانتا پہاڑ کاٹنا کسے کہتے ہیں، ہاں چھوٹا موٹا کنواں ضرور کھود سکتا ہوں۔ اس شعر میں باریکی یہ ہے کہ شاعر اپنے شوق کا اظہار کرنے کے لیے چھوٹے کام سے ناواقفیت اور بڑا کام کرنے کا دعوا رکھتا ہے۔ معشوق کو اکثر دُعا دی جاتی ہے، غالب کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ دعا کیا چیز ہوتی ہے، میں تو صرف یہ جانتا ہوں کہ میں تم پر اپنی جان نثار کرتا ہوں۔

غزل نمبر پانچ، شعر نمبر ایک : دوسرے مصرعے میں ایک ایسی عالمگیر صداقت کا اظہار کیا گیا ہے جو ہر شخص کے حسبِ حال ہے، یہی وجہ ہے کہ شعر ضرب المثل ہوگیا ہے۔ مثلاً انسان کی بہت سی خواہشیں اور ارمان پورے ہوجانے کے بعد بھی اُسے یہی محسوس ہوتا ہے کہ ابھی اس کی خواہشیں پوری نہیں ہوئی ہیں۔ غالب نے شعر کے ذریعے تلقینِ ترکِ آرزو کے بنیادی تصوّر کو بخوبی پیش کیا ہے۔

اسی غزل کے آخری شعر میں اندازِ بیان کی دلکشی اور اشاروں اشاروں میں شوخی اور طنز اپنی مثال آپ ہیں۔ واعظ کی پارسائی کی تو سارے زمانے میں دھوم ہے، شراب و کباب سے اس کا کیا تعلّق؟ مگر نہ جانے کیا بات ہے کہ جب ہم مے خانے سے باہر نکل رہے تھے تو دروازے پر اس کی ہماری ملاقات ہوگئی۔



# مشق اور مطالعہ

(1) پہلی غزل کے تیسرے شعر میں ”کوئی میرے دل سے پوچھے“ کی بنا پر کیا خوبی پیدا ہوگئی ہے ؟

(2) پہلی غزل کے آخری شعر میں کیا کنایہ ہے ؟

(3) پہلی اور دوسری غزل میں جو ردیف و قافیہ استعمال ہوئے ہیں، ان میں ” إ “، ” اُو “ اور ” آ “ کی آوازیں ہیں۔ کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان غزلوں کی خوب صورتی میں ردیف و قافیہ کی ان آوازوں کو بھی دخل ہے؟

(4) ”غزلِ مسلسل“ کسے کہتے ہیں ؟ کیا تیسری غزل اس تعریف پر پوری اُترتی ہے ؟

(5) چوتھی غزل میں ”جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود“ سے ایک قطعہ شروع ہوتا ہے۔ اس قطعے کا بنیادی مضمون یعنی Theme کیا ہے ؟

(6) پانچویں غزل کے شعر نمبر دو اور پانچ میں کیا خوبی ہے جو غزل میں عام طور پر کم ملتی ہے ؟